حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مجموعہ

مواعظ اشرفیہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ تھانوی دفتر رسالہ الابقاء
مولوی مسافر خانہ ایم اے جناح روڈ کراچی ۱
فون: ۷۷۷۷۶۲۰، ۷۷۷۰۰۹۴

قال اللہ تعالیٰ

فَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

وعظ ملقب بہ

مفتاح الخیر

منجملہ ارشادات

حکیم الامّت مجدد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ناشر:- محمد عبد المنّان غفرلہ

مکتبہ تھانوی — دفتر الابقا

مسافر خانہ بندر روڈ (ایم۔ اے۔ جناح روڈ) کراچی ۱

ضروری اطلاع:- خط و کتابت کرتے وقت یا اپنا پتہ تبدیل کراتے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں۔

دوسری دلیل اس مدعی کی کہ آپ کی جامعیت بجمیع کمالات الانبیاء علیہم السلام ہے وہ ہے جو مولانا رومی (قدس اللہ سرہ) نے خاتم النبیین سے مستنبط کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خاتمیت جس طرح زمانی ہے اسی طرح آپ صلعم کو خاتمیت رتبی بھی حاصل ہے کہ کمالات انبیاء کے تمام مراتب آپ پر ختم ہو گئے ہیں یعنی آپ میں تمام کمالات سب سے اعلیٰ درجہ کے مجتمع ہیں مولانا نے اس مضمون کو بہت اشعار میں بیان فرمایا ہے وعظ الظہور میں وہ سب اشعار مفصل مذکور ہیں، اور اس سے مولانا کا یہ مقصود نہیں ہے کہ نعوذ باللہ آپ خاتم زمانی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ خاتم زمانی ہونے کے ساتھ خاتم رتبی بھی ہیں یعنی تمام مراتب کمالات آپ پر ختم ہو گئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس تفسیر پر آپ صلعم کی خاتمیت اور زیادہ اکمل ہو گی کہ ختم زمانی و ختم رتبی دونوں آپ کے لئے ثابت ہوں گے اور یہی وہ مضمون ہے جو مولانا محمد قاسم صاحب رح نے ظاہر فرمایا تھا۔ تو لوگوں نے اس پر بہت شور مچایا مگر مولانا رومی کو کوئی کچھ نہیں کہتا کیونکہ لوگ ان کو درویش سمجھتے ہیں اور درویش بھی مجذوب اس لئے ان سے ڈرتے ہیں لوگ درویشوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو کچھ یہ زبان سے کہدیں گے وہی ہو جائے گا، بلکہ انکی مخالفت سے وبال آجانے کا خوف کرتے ہیں اس لئے ان پر زبان درازی نہیں کرتے خصوصاً مجذوبوں پر کیونکہ سالک تو پھر کچھ سوچ سمجھکر کہتا ہے اور مجذوب تو بیباک ہوتا ہے جو جی میں آتا ہے بیدھڑک کہہ ڈالتا ہے خواہ بددعا سے کوئی ہلاک ہی ہو جائے۔

چنانچہ مولانا رومی نے مثنوی میں ایک جگہ اپنے کشف سے اُن لوگوں کا حال بھی بیان فرمایا ہے جو مثنوی کے مضامین پر انکار کرتے تھے کہ اے حسام الدین تم دیکھ رہے ہو کہ یہ لوگ انکار کیوجہ سے جہنم میں کس طرح گر رہے ہیں اشعار میں تو صراحتاً یہ مذکور نہیں کہ مولانا کن لوگوں کی نسبت یہ ارشاد فرمارہے ہیں مگر شراح نے اسکی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ مولانا نے منکرین مثنوی

کے بارے میں یہ اشعار فرمائے ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ مثنوی عام تصانیف کی طرح نہیں لکھی گئی بلکہ بطور املاء کے لکھی گئی ہے کہ مولانا رومی پر کسی وقت خاص حالت ہوتی تھی اسی میں مولانا کی زبان پر اشعار جاری ہوتے تھے اور مولانا حسام الدین لکھتے جاتے تھے۔ اسی طرح پوری مثنوی لکھی گئی۔ تو اس حالت میں منکرین کا واقعہ بھی منکشف ہوگیا اس کو بھی بیان فرمادیا واللہ اعلم۔ تو ان اشعار کو مع شرح کے دیکھ کر مولانا پر اعتراض کرنے کی لوگوں کو اب بھی جرأت نہیں ہوتی۔ ڈرتے ہیں کہیں ہمارا بھی وہی حشر نہ ہو جو منکران مثنوی کا مولانا کے زمانہ میں ہوا تھا اس لیے ان اشعار پر کوئی اعتراض نہیں کرتا مگر اسی مضمون کو مولانا محمد قاسم صاحب نے جو بیان فرمایا تو لگے فتوے نکلنے بات یہ ہے کہ لوگ علماء کے زیادہ معتقد نہیں ہوتے نہ ان سے ڈرتے ہیں اور ہمارے حضرات کو لوگ علماء ہی سمجھتے ہیں صوفی اور شیخ نہیں سمجھتے حالانکہ مولانا محمد قاسم صاحب عالم متبحر ہونے کے ساتھ بہت بڑے شیخ کامل بھی تھے مگر اچھا ہے کہ لوگ

ع۵ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو تحذیر الناس میں مضمون خاتمیت لکھتے ہوئے مثنوی کے یہ اشعار نہیں ملے ورنہ سہولت کے ساتھ فرمادیتے کہ خاتمیت کے یہ معنی بیان کرنے میں میں تنہا نہیں ہوں بلکہ مولانا رومی بھی اسی طرف گئے ہیں اب جی چاہتا ہے کہ اشارہ کے طور دو تین شعر مثنوی کے وعظ الظہور سے نقل کر کے اس جگہ بیان کردوں تاکہ ناظرین کو اس مضمون کا اجمالاً پتہ چل جاوے جسکی تفصیل کو حضرت مولانا نے وعظ مذکور پر حوالہ فرمایا ہے ۔ ختمہائے کانبیا بگذاشتند ۔ آن بدین احمدی برداشتند یعنی وہ مہریں (نقصان استعداد کی) جو انبیاء چھوڑ گئے تھے آپ کا دین ایسا کامل ہے کہ اسکی برکت نے وہ سب نقصان اٹھا دیئے ۔ قفلہائے ناکشادہ ماندہ بود ۔ از کف انا فتحنا برکشود۔ یعنی استعداد کے بہت سے قفل بے کھلے رہ گئے تھے انا فتحنا یعنی صاحب انا فتحنا کے دست مبارک سے کھل گئے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ باقی صفحہ ۳۰۱ پر

ان حضرات کو عالم ہی سمجھیں شیخ نہ سمجھیں کیونکہ عوام جس کو شیخ سمجھتے ہیں اس کو بہت لپٹنے لگتے ہیں اس کے پاس دنیوی قصے جھگڑے لیجاتے ہیں جس میں عارف کا وقت بہت ضائع ہوتا ہے کیمیا گر کا تو مذاق بھی ہوتا ہے کہ کوئی اس کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲ ؎ بہر این خاتم شد است او کہ بجود ؛ مثل اونے بود و نے خواہند بود ۔ آپ اس سبب سے خاتم ہوئے ہیں کہ فیوض و علوم کے جود و عطا میں آپ کا مثل نہ ہوا نہ ہوگا۔ کمالات کے تمام مراتب آپ پر ختم ہو گئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ خاتم زمانی نہیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ خاتم مطلق ہیں زماناً بھی کمالاً بھی ؎ چونکہ در صنعت برد استاد دست ؛ نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است ۔ تمثیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو جب کوئی استاد کسی صنعت میں سبقت لیجاتا ہے تو کیا تم اس کو یہ نہیں کہتے کہ یہ صنعت تجھ پر ختم ہے یعنی ضرور کہتے ہو اسی طرح خاتم النبیین میں ختم کمالات پر بھی اشارہ بعید نہیں کہ آپ پر کمالات نبوت ختم ہیں یعنی ان میں آپ کا کوئی مثل نہیں پس یہ معنے ہیں خاتمیت کے اور مطلب وہی ہے کہ ختم زمانہ کے ساتھ آپ اس طرح بھی خاتم ہیں ؎

درکشاد ختمہا تو خاتمی ؛ در جہانِ روح بخشا خاتمی

اول تو قوت فیضان کے اندر آپ کا خاتم ہونا بیان فرمایا تھا اس شعر میں نقصانِ استعداد کی مہریں کھولنے کے اعتبار سے آپ کا خاتم ہونا ظاہر فرماتے ہیں۔ کہ آپ ان مہروں کے کھولنے میں بھی خاتم ہیں اور روح عطا کرنے والے حضرات (یعنی انبیاء علیہم السلام) کے عالم میں آپ بمنزلہ خاتم کے ہیں ۱۲ من الجامع

کیمیاگر نہ سمجھے اگر لوگ اس کو کیمیاگر نہ سمجھیں گے تو اس کا کیا نقصان ہے اگر کچھ نقصان ہے تو انہی کا ہے کہ اس کے فیوض و برکات سے محروم رہ گئے عارف تو خود چاہا کرتا ہے کہ نااہلوں کو میرے کمال کی اطلاع نہ ہوے

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

(مدعی سے اسرار عشق و مستی کے نہ بیان کر رنج اور خود پرستی میں اس کو مرنے دو)
غرض جو تفسیر مولانا رومی نے بیان فرمائی ہے اس پر کسی نے کلام نہیں کیا اور جن لوگوں نے مولانا محمد قاسم صاحبؒ پر اعتراض کیا ہے اگر ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ مضمون مثنوی میں بھی ہے تو ہرگز کلام نہ کرتے اس لئے ہمیں اپنے مدعی کے اثبات میں مولانا رومی کے کلام سے استدلال کا حق ہے۔

جب حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانیہ کے ساتھ خاتمیت رتبیہ بھی ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ تمام کمالات حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ختم ہیں اور دوسرے انبیاء ان میں آپ سے مستفید ہیں جب ان دلیلوں سے یہ مقدمہ ثابت ہو گیا کہ آپ جمیع کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہیں اب میں اس دعوے کو ثابت کرتا ہوں کہ ان جمیع کمالات کا فیض حضرات انبیاء علیہم السلام کو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی سے پہونچا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق میں ایک حدیث ہے یاجابر[عہ] اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ الحدیث الطویل اے جابر حق تعالےٰ نے سب سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر جب اللہ تعالےٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصہ سے قلم

عہ قلت ذکرہ فی المواہب (ص ۹ ج ۱) بلفظ یاجابر ان اللہ تعالےٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ الحدیث بطولہ ولم یذکر سندہ حتی ینظر فیہ ۱۲ جامع قلت لکن لایضر عدم ذکر السند لان الاستدلال لمحض التائید والمدعی ثابت باجماع اہل التحقیق ۱۲

پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے
اب یہ حدیث ان الفاظ سے مشہور ہوگئی ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (پہلے اللہ
تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) مضمون تو صحیح ہے مگر حدیث کے الفاظ یہ نہیں ہیں
سو اول تو اس حدیث جابر میں تنصیص ہے کہ بقیہ سب مخلوقات کی تکوین میں جن
میں حضرات انبیاء اور ان کے کمالات بھی آگئے آپ کو دخل ہے اور یہی حاصل
ہے استفادہ کا آپ سے دوسرے یہاں بھی جس طرح مولانا ادرمی نے خاتمیت
کی دو قسمیں کی ہیں اولیت انبیاء کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں ایک اولیت زمانیہ
کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زماناً سب سے مقدم ہیں ایک اولیت ذاتیہ کہ آپ ذاتاً
سب سے مقدم ہیں کہ تمام مخلوقات اپنے وجود اور کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محتاج
ہیں جنمیں انبیاء بھی داخل ہیں مگر اولیت ذاتیہ کے وہ معنی مراد نہیں جو فلاسفہ
کی اصطلاح ہے جس میں مقدم کی ذات مستلزم ہے متاخر کے وجود کو بلکہ میرا
مطلب یہ ہے کہ آپ میں اولیت زمانیہ کے ساتھ اولیت علیت بھی ہے کہ
آپ دوسری مخلوق کے لئے علت ثبوت کمالات ہیں مگر نہ علت بمعنی مؤثر
بالاضطرار بلکہ علت بمعنے توسط کے غرض یہ کہ ہم آپ کیلئے نہ باری تعالےٰ سے
صدور میں ویسی اولیت ذاتیہ کے قائل ہیں جیسے فلاسفہ باری تعالےٰ کو عقل
اوّل کے اعتبار سے مقدم بالذات کہتے ہیں کہ عقل کو مخلوق بالاختیار نہیں
کہتے بلکہ مجعول بالاضطرار کہتے ہیں کہ وہ حق تعالےٰ سے بالاضطرار موجود ہو گئی پھر وہ اپنے ماتحت کے
کیلئے اسی طرح علت موثرہ ہے بلکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم اول مخلوق بالاختیار ہیں جس سے آپ کا حدوث لازم ہے اور پھر
آپ دیگر مخلوق کے وجود و کمالات میں بھی اس طرح مؤثر نہیں ہیں محض باختیار
حق واسطہ ہیں غرض اس حدیث سے آپ کے دو کمال ظاہر ہوئے ایک اولیت
زمانیہ دوسرا اولیت بالعلیۃ آپ کا زماناً سب سے اوّل ہونا تو اس بات کو ظاہر
کرتا ہے کہ آپ میں استفادہ فیض وجود و کمالات وجود کی قابلیت تمام مخلوق سے

زیادہ ہے اور اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ وہ قابلیت آپ کے اندر ازخود بلاجعل حق تھی بلکہ وہ قابلیت بھی آپ کے اندر مشیت الٰہی وعطاء خداوندی سے آتی ہے قابلیت بھی آپ کے لئے بالاضطرار ثابت نہیں بلکہ بالقصد والاختیار ثابت ہوتی ہے یہاں سے اس شعر کا اگر اس میں تاویل ہوجاوے غلط ہونا واضح ہوگیا ۔

نقصان ز قابل ست وگرنہ علی الدوام   فیض سعادتش ہمہ کس را برابر ست

(نقصان قبول کرنے والے میں ہے ورنہ آپ کا فیض سعادت سب پر برابر ہے)

اس کا مدلول یہ ہے کہ مخلوق میں جو بعض کامل اور بعض ناقص ہیں اس اختلاف کا منشا قابل کی استعداد کا ناقص وکامل ہونا ہے ورنہ حق تعالےٰ کا فیض سعادت سب کے لئے یکساں ہے گویا فیض الٰہی کی مثال نور آفتاب جیسی ہے کہ وہ تو اپنی طرف سے نورافشانی سب پر یکساں کرتا ہے کسی پر کم زاید نہیں کرتا مگر قابل کے اختلاف سے آثار تنویر مختلف ہوجاتے ہیں کہ سیاہ توے میں تنویر کی قابلیت کم ہے اس لئے وہ زیادہ روشن نہ ہوسکا اور آئینہ میں قابلیت زیادہ ہے وہ زیادہ منور ہوگیا) یہ ہے مدلول اس شعر کا سو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص میں جو قابلیت مختلف ہے وہ حق تعالےٰ کی طرف سے بالاضطرار ثابت ہے بالاختیار ثابت نہیں اور اسی وجہ سے باوجودیکہ سب کو فیض برابر پہونچاتے ہیں مگر کہیں زیادہ پہنچتا ہے کہیں کم اور یہ لازم بالکل باطل ہے کیونکہ وہ قابلیت فی نفسہ امر ممکن ہے تو بعض ممکنات کا قدیم ومستغنی عن الجاعل ہونا لازم آئے گا۔ جو بالکل غلط ہے ۔ ممکن ہے کوئی ایسا نہیں جو جاعل سے مستغنی ہو یا حق تعالےٰ سے بطریق ایجاب واضطرار کے صادر ہوا ہو یہ مذہب فلاسفہ کا ہے جو مادہ کو اور اس کی استعداد کو قدیم صادر بالاضطرار کہتے ہیں اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں ہے اور فلاسفہ کے قول کا غلط ہونا متکلمین نے خوب ثابت کردیا ہے پس یہ کہنا غلط ہے کہ نقصان کا منشاء استعداد کا نقص ہے بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ حق تعالےٰ ہی نے کسی کی استعداد کامل

اور کسی کی ناقص بنائی ہے اور وہی خود سبکو یکساں فیض پہونچانا نہیں چاہتے ۔ اگر وہ سب کو یکساں فیض پہنچانا چاہیں تو استعداد ناقص کی کیا مجال ہے کہ جو اس کو قبول نہ کرے اسی لئے صحیح مضمون اس شعر کا ہے ؎

داد او را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

(اسکی عطا کیلئے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ اس کی عطا و داد قابلیت کی شرط ہے)

یعنی حق تعالٰی کی عطا قابلیت پر موقوف نہیں بلکہ قابلیت خود عطا پر موقوف ہے اگر حق تعالٰی کسیکو کمالات عطا کرنا چاہیں تو اس میں قابلیت بھی پیدا کر دیتے ہیں یہ مضمون نصوص پر منطبق ہے آیات و احادیث اس کی تائید کرتی ہے۔

(وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى - وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا وغیر ذلک)

(اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام وہ لوگ جو زمین پر ہیں ایمان لے آتے)

اور پہلا شعر غلط ہے وہ شریعت[عہ] پر منطبق نہیں ہوتا مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے اسی بنا پر عرفی کے اس شعر کی بھی تغلیط کی ہے اور سنا ہے کہ تکفیر بھی کی ہے ؎

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل سلمائے حدوثِ تو و لیلائے قدم را

(تقدیر نے ایک ناقہ پر دو محمل رکھ دیئے ایک سلمائے حدوث کا دوسرا لیلائے قدم کا یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حدوث اور قدم کی دونوں صفتیں موجود ہیں۔)

اس شعر میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے حدوث و قدم کی دونوں

عہ قلت ویمکن تاویلہ بحملہ علیٰ لغت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیصح ۱۲ جامع

صفتیں ثابت کی ہیں۔ یہ مذہب فلاسفہ کا ہے کہ حدوث ذاتی کے ساتھ قدم زمانی ممکن کے لئے بھی ثابت ہو سکتا ہے اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں ہمارے نزدیک تعدد ذوات قدیمہ محال ہے کوئی ممکن قدیم نہیں ہو سکتا نہ بالذات نہ بالزماں ہاں اگر عرفی کے اسی شعر میں قدم سے معنی مصطلح مراد نہ ہوں بلکہ معنے لغوی یعنی کہیں گے مراد لیجائے تو اس صورت میں تکفیر کی ضرورت نہیں بلکہ اب اس کے وہی معنی ہوں گے جو اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کے معنے ہیں غرض آپ کا اول مخلوق ہونا آپ کی کمال قابلیت کی دلیل ہے کہ اول فیض حق تعالے کا آپ کو پہنچا گو وہ قابلیت بھی بمشیت الٰہیہ ہے مگر حق تعالے کا آپ میں ایسی قابلیت کاملہ پیدا کرنا کیا تھوڑی بات ہے بہت بڑی بات ہے اور اولیت زمانیہ سے زیادہ کمال یہ ہے کہ آپ اس کی ساتھ تقدم بالعلیت سے بھی موصوف ہیں بمعنی تاثیر بالذات کے بلکہ بمعنے توسط کے نیز نشر الطیب کے فصل ثانی کی پہلی اور دوسری روایت میں حاکم و بیہقی و طبرانی کی تخریج سے حدیث قدسی مذکور ہے کہ اے آدم اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا اور رسالہ

؏ قلت ويؤيد اولية صلى الله تعالے عليه وسلم بهذا المعنى حديث جابر المذكور لما فيه من قوله فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالے ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جني ولا انس فلما اراد الله ان يخلق الخلق قسم ذلك النور اربعة اجزاء (الى ان قال) ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المومنين ومن الثاني نور قلوبهم وهي المعرفة بالله ومن الثالث نور انسهم وهو التوحيد الحديث بطوله والله اعلم بصحته ۱۲ جامع۔

راحت القلوب میں حاکم کی روایت اور تصحیح سے اور شیخ سبکی اور بیہقی کی اس روایت کی تقریر و تثبیت سے نقل کیا ہے کہ اگر نہ پیدا کرتا میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پیدا کرتا میں آدم کو نہ بہشت اور دوزخ کو الحدیث ان سب روایات کے آپ کا واسطہ فیوض و کمالات ہونا جمیع مخلوقات کیلئے ثابت ہوا امت کے لئے تو واسطہ فی العروض کے طور پر اور انبیاء کے لئے واسطہ فی الثبوت کے طور پر کیونکہ واسطہ فی العروض میں موصوف بالشئی حقیقت میں واسطہ ہوتا ہے ذی واسطہ مجازاً موصوف ہوتا ہے جیسے حرکت جالس فی السفینہ (کشتی میں بیٹھنے والے کی حرکت) کی بواسطہ سفینہ کے کہ حرکت کے ساتھ حقیقت میں صرف سفینہ موصوف ہے جالس در اصل ساکن ہے مگر بواسطہ حرکت سفینہ کے جالس کو بھی مجازاً متحرک کہہ دیتے ہیں اور واسطہ فی الثبوت کی ایک قسم میں کہ وہی مراد ہے اس مقام پر موصوف بالشئی ذی واسطہ و واسطہ دونوں حقیقۃً ہوتے ہیں جیسے ید و مفتاح (ہاتھ اور کنجی) دونوں متحرک ہوتے ہیں۔

پس فیوض اُمت کیلئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قسم کے واسطہ ہیں جیسے سفینہ واسطہ ہے حرکت جالس کے لئے اور فیوض انبیاء میں آپ اس طرح واسطہ ہیں جیسے حرکت ید واسطہ ہے حرکت مفتاح کے لئے خوب سمجھ لو۔ یہی بات مولانا محمد قاسم صاحب نے بھی بیان فرمائی تھی جس پر لوگوں نے اعتراض کیا اور حیرت ہے کہ اپنی جماعت کے بعض اکابر کو بھی اشکال تھا اور وجہ اشکال یہ ہے کہ مولانا نے کمالات انبیاء میں بھی واسطہ فی العروض کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اسی کو کہیں بالذات و بالعرض سے تعبیر فرماتے ہیں بعض اکابر نے مجھ سے بھی اپنا یہی اشکال بیان فرمایا کہ اس سے تو دوسرے انبیاء کا کمالات کے ساتھ حقیقۃً موصوف نہ ہونا لازم آتا ہے میں نے عرض کیا کہ یہ مولانا کی خاص اصطلاح ہے کہ وہ واسطہ فی الثبوت کی جگہ بھی واسطہ فی العروض کا استعمال فرماتے ہیں اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔

بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی جدا اصطلاح قائم کرلینے کا حق ہے لَا مُشَاحَّۃَ فِی الْاِصْطِلَاحِ (اصطلاح مقرر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں) مولانا کے ذمہ شیخ بوعلی سینا کی اصطلاحات کا اتباع لازم نہیں ہے۔ یہ ذاتی اصطلاح ہے کہ واسطہ فی الثبوت کی ایک خاص قسم کو واسطہ فی العروض سے تعبیر فرماتے ہیں اور صوفیہ پر اکثر اعتراض اسی لئے ہوتا ہے کہ لوگ اُن کی خاص اصطلاحات سے ناواقف ہوتے ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

اصطلاحا نیست مر ابدال را

(ابدال کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں)

مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی میں اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید میں تحریری مناظرہ ہوا کرتا تھا زبانی مناظرہ کی کبھی نوبت نہیں آئی تو ایک دفعہ مولوی فضل حق صاحب نے اپنے طلبہ سے پوچھا کہ بھلا اگر مولوی اسمٰعیل صاحب سے میرا زبانی مناظرہ ہوتا تو میں کس فن میں مناظرہ کرتا طلبہ نے کہا معقول میں کیونکہ مولوی فضل حق صاحب معقول کے امام مشہور تھے اور واقعی اس فن میں ان کو کمال حاصل تھا اسلیئے طلبہ نے بھی یہی کہا کہ آپ معقول میں مناظرہ کرتے ۔ فرمایا سبحان اللہ کیا میں پاگل تھا کہ معقول میں ان سے مناظرہ کرتا کبھی میں اپنے قول کی تائید میں کہتا کہ شیخ نے یوں کہا ہے وہ جواب دیتے کہ شیخ نے جھک مارا ہم اس کا قول نہیں مانتے طلبہ نے پوچھا کہ پھر کس فن میں آپ مناظرہ کرتے فرمایا میں ادب میں گفتگو کرتا کیونکہ یہ علم منقول محض ہے اس میں ذہانت سے کام نہیں چل سکتا اور مولانا اسمٰعیل صاحب کو اس فن میں ویسا توغل نہ تھا جیسا مولوی فضل حق کو تھا۔ واقعی عجیب فن چھانٹا جس میں وہی چل سکتا ہے جو حافظ اشعار ولغات ہو اس میں اپنی طرف سے ایک بات بھی نہیں چل سکتی ہر دعوے کیلئے نقل کی ضرورت ہے ہمارے استاد ملا محمود صاحب ادب سے بہت گھبراتے تھے اور سب فنون پڑھاتے تھے اور بہت اچھا پڑھاتے تھے مگر ادب کی کتاب جب کوئی لایا صاف فرمادیتے تھے کہ میں نہیں جانتا تو بات وہی تھی کہ اس فن

میں حفظ و نقل کی بہت ضرورت ہے مگر دیکھئے یہ بھی ان کی بے نفسی تھی کہ صاف کہدیتے تھے کہ مجھے یہ فن نہیں آتا میں نہیں جانتا بھلا آج تو کوئی اپنے طالب سے ایسا کہدے۔ نہیں کہہ سکتا مولانا بڑے بے نفس تھے پان بہت کھایا کرتے تھے سبق پڑھاتے میں بھی پان منہ میں رہتا تھا اسی لئے تقریر خود کم کرتے تھے بس طالبعلم نے تقریر کی اور آپ نے ہوں کر دیا۔ بعض دفعہ کوئی شریر طالب علم ایک بار صحیح تقریر کر کے دوبارہ غلط مطلب بیان کرتا تو آپ غلط پر ہوں کر دیا کرتے تھے چنانچہ ایک بار آپ مدرسہ سے گھر جا رہے تھے ایک کاشغری طالب علم کوئی بات پوچھنے کے لئے ساتھ ہو لیا اس نے تقریر کی آپ نے ہوں کر دیا۔ اسنے شرارت کر کے پھر دوبارہ غلط تقریر کی آپ نے اس پر بھی ہوں کر دیا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا ہوں ہوں کرتا ہے بتلاتا نہیں اس وقت آپ کو ہنسی آگئی اور پان تھوک کر فرمایا کہ گدھے کے بچے تو ہی تو خود تقریر کر رہا تھا تو نے مجھ سے کب کہا تھا کہ تم تقریر کرو اب تو نے کہا ہے تو میں تقریر کروں گا پھر آپ نے صحیح مطلب بیان فرمادیا۔ مولانا صاحب کسی پر غصے ہوتے تو گدھے کا بچہ فرمایا کرتے تھے طلبہ کہتے۔ کہ حضرت گدھے کے بھی کہیں پلا ہوتا ہے پلا تو کتے کا ہوتا ہے۔ بہت ہی بے نفس اور بھولے تھے مگر علوم میں بہت خوب استحضار تھا غرض دیکھئے مولوی فضل حق صاحب نے منطق کی حقیقت ظاہر کر دی کہ اگر میں مولوی اسمٰعیل صاحب سے منطق میں مناظرہ کرتا تو وہ ایک بات کہہ کر میرے تمام دلائل کو اڑا دیتے کہ شیخ نے جھک مارا۔ ارسطو نے غلط کہا اسیطرح مولانا محمد قاسم صاحبؒ اصطلاح فلاسفہ کے پابند نہ تھے انکی یہ الگ اصطلاح تھی کہ وہ واسطہ فی الثبوت کو واسطہ فی العروض فرماتے ہیں پس حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کمالات انبیاء میں واسطہ فی الثبوت ہیں اس لئے جتنے کمالات انبیاء میں موجود ہیں وہ سب آپ میں مجتمع ہیں اور آپ ہی سے انبیاء کو حاصل ہوئے ہیں اس کی مزید تائید نشر الطیب کی چھٹی روایت منقولہ من المواہب سے ہوتی ہے کہ